رسائل و مسائل

انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود مال میں کمی؟

سوال: میں آج کل سخت ذہنی پریشانی یا بہ الفاظِ دیگر ایمانی پریشانی میں مبتلا ہوں۔ شیطان کے حملوں کی زد میں ہوں۔ میں نے اپنی پوری زندگی جب سے اسلام کو شعوری طور پر قبول کیا ہے حلال وحرام، جائز و ناجائز کی قیود کے ساتھ گزاری ہے۔ آج سے ۱۰،۱۵سال پہلے میری معاشی زندگی بے حد تنگ تھی۔ بعد کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آہستہ آہستہ بتدریج کاروباری حالات بہتر ہوتے گئے اور میں صاحبِ نصاب ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایسا ہوا اور چار پانچ سال پہلے کی بات ہے کہ میں اس قابل ہوگیا کہ ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ ادا کرسکوں۔ اس کے بعد گذشتہ تین سال سے یہ صورتِ حال واقع ہوئی ہے کہ میں کاروباری اور دیگر مصائب، مثلاً بچوں کی بیماریوں اور دوسری پریشانیوں میں مبتلا ہوتا چلا گیا اور اس دوران میں بھی ایمان اللہ کی رحمت سے سلامت رہا، اور اب تک ہے۔ میں نے کاروباری بحران پر قابو پانے کے لیے کسی ناجائز حربے کو استعمال کرنے سے الحمدللہ گریز کیا۔ اس سال میں نے اپنی زکوٰۃ کا حساب کیا تو وہ گذشتہ تین سال سے جو بتدریج کم ہورہی تھی، ایک ہزار سے گھٹ کر ۵۰۰ رہ گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو لوگ شکر کا رویّہ (شکر کے معنی خدا کی نعمتوں کی قدردانی اور اُن کا صحیح استعمال) اختیار کریں گے، ہم اُن کے لیے اپنی عطا کردہ نعمتوں میں اضافہ کرتے رہیں گے.... شیطان مجھ پر حملہ آور اور میرے عقائد میں تزلزل پیدا کر رہا ہے کہ اللہ میری زکوٰۃ جو میں اس کی راہ میں دیتا ہوں اسے کم کیوں کرتا جارہا ہے؟ زکوٰۃ کے متعلق یہ تو بتایا جاتا ہے کہ اس سے مال بڑھتا ہے،

گھٹتا نہیں، پھر میں خوش حال ہونے کے بجائے کیوں خستہ حال ہوں؟

جواب: آپ کی ذہنی پریشانی کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا.... تاہم مختصر جواب عرض کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے ہی کافی وشافی بنا دے۔

آپ کی اُلجھن کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ کتاب و سنت کی تعلیمات کو اُن کی مجموعی حیثیت میں پیش نظر نہیں رکھتے، اور پھر اُن کے کسی ایک جز کو بھی سامنے رکھتے ہوئے اس خاص جز کے صحیح پس منظر اور مفہوم کو نظر انداز کر کے اسے ایک محدود معنی پہنا دیتے ہیں۔ آپ خود دیکھیں کہ جس خاص مسئلے میں آپ کو اُلجھن پیش آرہی ہے وہ زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا مسئلہ ہے۔ آپ غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جو شخص زکوٰۃ دیتا ہے اُس کا مال ہمیشہ دنیا میں بڑھتا ہی چلا جائے گا اور جو نہ دے اُس کے مال کی مقدار دُنیا میں گھٹتی ہی چلی جائے گی۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ بات قرآن و حدیث کے کس مقام پر کہی گئی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس قسم کی گارنٹی اگر خدا اور رسولؐ کی طرف سے دی جاتی جو یقیناً پوری بھی ہو کر رہتی، تو پھر کون شخص ایسا ہوتا جو زکوٰۃ دینے سے باز رہتا اور افزایشِ مال کے اس تیر بہدف نسخے کو آزمانے میں کوتاہی کرتا۔ پھر تو انفاق میں قربانی، ایثار اور آزمایش کا پہلو بالکل ہی ختم ہو جاتا۔ اپنے اس استدلال کو اگر آپ ذرا پھیلا دیں تو اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ جو مسلمان بھی اللہ کے اوامر و نواہی کی پابندی کرے گا اُسے دنیا میں کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور وہ ہمیشہ مزے ہی لوٹتا رہے گا، دنیوی مال و متاع اور آرام و آسایش اُسے دائماً حاصل رہیں گے، ان میں کوئی نقصان نہیں ہوگا، بلکہ ہر لحاظ سے زیادتی اور افزونی ہی ہوتی چلی جائے گی۔ آپ خود سوچیں اور پھر مجھے بتائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کون احکامِ الٰہی کا متبع ہوگا اور کس نے زکوٰۃ و صدقات کی ادایگی میں اُن سے بڑھ کر پابندی کی ہوگی۔ پھر کیا اِن پر فقر و فاقہ، معاشی تنگی اور دوسرے مصائب و شدائد وارد نہیں ہوئے اور اُن سے نہیں فرمایا گیا کہ:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَo (البقرہ ۲:۱۵۵-۱۵۶) اور ہم تمھیں ضرور

آزمائیں گے خوف، بھوک اور مال، جان اور پیداوار کے نقصانات کے ذریعے سے اور بشارت دو صبر کرنے والوں کو، جنھیں مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اُسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔

آزمایش تو ہر انسان کے لیے ناگزیر ہے، البتہ اس کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کو اللہ مال دے کر آزماتا ہے اور کسی سے چھین کر آزماتا ہے۔ کسی کو فرماں برداری کی حالت میں بھی مبتلاے تکلیف رکھتا ہے اور کسی کو نافرمانی میں بھی ڈھیل دیتا ہے اور یہ آخری صورت سب سے زیادہ سخت آزمایش کی صورت ہے۔

آپ نے قرآنِ مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ سورۂ ابراہیم کی آیت ۷ ہے۔ اس میں خطاب کسی فرد یا چند افراد سے نہیں، بلکہ پوری قومِ بنی اسرائیل سے ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بہت سے دوسرے ایسے وعدے ہیں جن کا تعلّق افراد سے نہیں، بلکہ جماعت سے ہے۔ بعض اوقات ان وعدوں میں ایسی عمومیت پائی جاتی ہے کہ برسوں نہیں بلکہ صدیوں میں اور بعض کی دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں تکمیل ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زکوٰۃ کے معنٰی یہ ہیں کہ کسی شے کو پاک صاف کر کے اُسے نشوونما دی جائے اور اس میں بالیدگی پیدا کی جائے، لیکن اس کا مطلب ہر حالت میں مال کی مادی مقدار کا بڑھنا نہیں، بلکہ اس کا تعلّق دراصل آخرت کے اجروثواب سے ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ ؕ (النحل ۱۶:۹۶) ''جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ باقی رہتا ہے''۔

یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ سے دُنیا میں معاشی خوش حالی پیدا ہوتی ہے، مگر اس کا تعلّق افراد سے نہیں بلکہ پورے معاشرے سے ہے۔ پورا معاشرہ اگر زکوٰۃ پر عامل ہو، تو بلاشبہہ دولت کی گردش امیروں سے غریبوں کی طرف ہوتی ہے اور ہر شخص آسودہ حال ہوتا ہے، مگر سو یا ہزار میں سے ایک اگر زکوٰۃ دے اور باقی زکوٰۃ نہ دیں، بلکہ اُلٹا سود کھائیں تو پھر پوری سوسائٹی کیسے پھلے پھولے جب کہ اللہ نے صدقات و زکوٰۃ کی افزایش کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ سودی کاروبار تباہی بھی لاتا ہے۔ لکھنے کو تو بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، خدا کرے یہ مختصر جواب آپ کے لیے

موجبِ طمانیت ہوجائے، اورآپ وسوسۂ شیطان سے بچ جائیں۔(جسٹس غلام علی، رسائل و مسائل، ششم،ص ۳۸۷-۳۹۲)

بیوی اور قریبی رشتہ داروں کوزکوٰۃ کی ادایگی

س: کیا بیوی یا دوسرے وہ رشتہ دار جن کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے، ان کوزکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

ج: فقہا کا اتفاق ہے کہ بیوی کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی، کیونکہ بیوی دراصل شوہر کا ایک حصّہ اور جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (الروم ۳۰:۲۱) ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں''۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی دراصل شوہر کا ایک جزو ہے۔ اس لیے بیوی کوزکوٰۃ دینا گویا اپنے آپ کوزکوٰۃ دینا ہے اور اپنے آپ کوزکوٰۃ دینا بھی کسی طور جائز نہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ اولاد بھی ماں باپ کا جزو ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: اولادکم من کسبکم ''تمھاری اولاد تمھاری اپنی کمائی ہے''۔

اسی طرح اپنے والدین کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں کیوں کہ ہر شخص اپنے والدین کا جزو ہوتا ہے۔ البتہ بھائی بہن اگر غریب ہوں تو ان کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میرے نزدیک زیادہ بہتر رائے یہ ہے کہ بھائی بہن اگر غریب ہوں تو انھیں زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے کیوں کہ غریب بھائی بہن بھی ان فقرا و مساکین میں شمار کیے جاتے ہیں جن کا تذکرہ زکوٰۃ والی آیت میں ہے۔

ایسے دوسرے رشتہ دار، مثلاً خالہ، پھوپھی، خالہ زاد بھائی بہن اور ماموں وغیرہ، تو فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ بھائی بہن اگر امیر ہوں تو انھیں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی، اُسی طرح جس طرح کسی بھی دوسرے مال دار کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ حدیث نبویؐ ہے: ''زکوٰۃ مال داروں سے لی جاتی ہے اور غریبوں کی طرف لوٹا دی جاتی ہے''۔(ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی، فتاویٰ یوسف القرضاوی، ترجمہ: سیّد زاہد اصغر فلاحی، جلداول،ص ۱۴۲-۱۴۳)